خطبات جناب زینب سلام اللہ علیہا

علی کاظم

۱۲۵۶۳۱۰

مجتمع زبان وفرہنگ شناسی

خطبات حضرت زینب (سلام اللہ علیہا)

مقدمہ

یزید کی محفل میں جب حضرت زینب کبری (علیہا السلام) کی نظر اپنے بھائی امام حسین (علیہ السلام) کے خون آلود سر پر پڑی تو آپ نے ایسی غمناک آواز میں فریاد کی جس سے سب لوگوں کے دل دہل گئے : یا حسیناہ! یا حبیب رسول اللہ! یا بن مکۃ و منی، یا بن فاطمۃ الزہراء سیدۃ النساء العالمین، یا بن بنت المصطفی ۔اے حسین، اے محبوب رسول خدا، اے مکہ و منی کے بیٹے ! اے فاطمہ زہرا سیدۃ نساء العالمین کے بیٹے، اے محمد مصطفیٰ کی بیٹی کے بیٹے !

راوی اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: خدا کی قسم ! حضرت زینب کی اس آواز سے وہ تمام لوگ رونے لگے جو یزید کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے اور یزید اس طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا جس طرح اس کو سانپ سونگھ گیا ہو ! ! . . . ۔

یزید نے خیزران کی لکڑی لانے کا حکم دیا، پھر یزید نے اس لکڑی کو امام حسین (علیہ السلام) کے لبوں اور دانتوں پر لگایا۔ ابو برزہ اسلمی (جو کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابی تھے اور وہاں پر موجود تھے) نے یزید کو مخاطب کر کے کہا: اے یزید ! کیا تو اس چھڑی سے حسین فرزند فاطمہ کے دندان مبارک پر مار رہا ہے ؟ ! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حسین اور ان کے بھائی حسن (علیہما السلام) کے لبوں اور داندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے : : «أَنْتُما سَيِّدا شَبابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَقَتَلَ اللهُ قاتِلَكُما وَلَعَنَهُ، وَأَعَدَّ لَهُ جَهَنَّمَ وساءَتْ مَصيراً»؛ ۔ تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو، جو تمہیں قتل کرے، خدا اس کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لئے جہنم کو آمادہ کرے اور وہ بہت خراب جگہ ہے۔

یزید غصہ میں چیخنے لگا اور حکم دیا کہ صحابی رسول (ص) کو باہر نکال دو۔

یزید اپنے غرور میں مست تھا اور سمجھ رہا تھا کہ کربلا میں کامیاب ہو گیا ہے اور ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھ رہا تھا جو اس کے اور آل امیہ کے دین مبین اسلام پر ایمان نہ رکھنے کی زندہ دلیل ہے

خطبہ حضرت زینب یزید کے دربار میں: خدانے سچ فرمایا کہ جن لوگوں نے برے اور گھناؤنے کام کئے ان کی سزاان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے الٰہی آیات کی تکذیب کی، اور اس کا مذاق اڑایا۔ اے یزید کیا تو الٰہی فرمان کو بھول گیا (کہ خدانے فرمایا) کافر خوش فہمی میں مبتلانہ ہو جائیں، اگر ہم نے مہلت دے دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ان کی بھلائی چاہتے ہیں؟ نہیں ہر گز ایسا نہیں ہے بلکہ ہم نے اس لئے انہیں مہلت دی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ گناہ کر سکیں (اور آخر کار) سخت ترین عذاب میں گرفتار ہوں (اور ان کی بخشش کا کوئی راستہ نہ رہ جائے) اے اس آدمی کے بیٹے، جسے میرے جد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیر کرنے کے بعد آزاد کر دیا، کیا یہی عدل وانصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پس پردہ بٹھائے اور رسول کی بیٹیوں کو اسیر کر کے دیار بدیار پھرائے۔ اے یزید، تو نے ابھی اپنے آباؤاجداد کو یاد کیا ہے (چونکہ ہمارے جوانوں کو شہید کر دیا ہے) گھبراؤ نہیں تم بھی جلد انہیں کے پاس پہنچنے والے ہو اور پھر تمنا کرو گے، اے کاش تمہاری زبان گونگی ہو گئی ہوتی (اور اہل بیت (ع) کو برا بھلانہ کہتے) اے کاش تمہارا ہاتھ شل ہو گیا ہوتا (چونکہ تم نے بھائی حسین (ع) کے دندان مبارک کی چھڑی سے بے حرمتی کی) جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہیں انہیں ہر گز مردہ نہ سمجھنا (بلکہ) وہ زندہ ہیں، اور اللہ کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔ (ہمارے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ خدا حاکم ہے اور محمد (تمہارے) دشمن، اور جبرئیل مددگار)۔ یزید تیری حیثیت میری نگاہ میں نہایت پست و حقیر ہے اور میں بے پناہ تیری ملامت کرتی ہوں اور تجھے بہت ذلیل اور خوار سمجھتی ہوں۔ یزید تمہیں ہر گز یہ گمان نہ ہو کہ تمہاری حشمت وجلالت اور حکومت سے میں مرعوب ہو جاؤں گی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ لشکر خدا طلقاء (آزاد کردہ غلام اور غلام زادوں) اور لشکر شیطان کے ہاتھوں تہ تیغ کر دیا جائے، اور ہمارے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر لے۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم روا نہیں کرتا، ہم تو بس اسی سے شکوہ کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ لہٰذا جو فریب و حیلہ چاہے کر لے اور جتنی طاقت ہے آزمالے اور کوشش کر کے دیکھ لے، خدا کی قسم ہمیں اور ہماری یادوں کو (مومنین کے دل سے) نہ مٹا سکے گا، اور ہمارے (گھر میں) نزول وحی کو کبھی جھٹلانہ سکے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے بزرگوں کو سعادت و مغفرت کے ساتھ اس دنیا سے اٹھایا اور ان کے بعد والوں کو مقام شہادت اور حجت پر فائز کیا۔

سیدہ کے ان خطبات نے انقلاب کا آغاز کر دیا خصوصی طور پر جب آپ نے یزید کے دربار میں اسے آئینہ دکھایا اس حال میں کہ آپ اسیر تھیں آپ کے بھائی کا سر مبارک اس کے سامنے تشت میں رکھا تھا اور وہ نواسہ رسول (ع) کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر توہین کر رہا تھا مختلف ممالک کے سفراء کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ تماشا دیکھیں مگر تماشا دکھانے کے خواہش مند خود ان کے سامنے تماشا بن گئے۔ شاعر نے اسی لئے کہا ہے کہکر بلا دو باب است کر بلا و دمشقیکے حسین رقم کرد دیگرے زینب

مسلم حصاص بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی اصلاح کیلئے بلایا ہوا تھا۔ اور میں اپنے کام میں مشغول تھا کہ اچانک کوفہ کے اطراف وجوانب سے شور وغل کی آوازیں آنے لگیں۔ اسی اثنا میں ایک خادم آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے آج کوفہ میں شور وغل ہو رہاہے۔ اس نے کہا کہ ابھی ابھی ایک خارجی (خاکم بدہن) قاتل کا سر لایا جارہاہے جس نے یزید پر خروج کیا تھا۔ میں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ کہا حسین ابن علی (علیہم السلام)۔ میں یہ سنتے ہی دم بخود ہو کر رہ گیا۔ جب خادم چلا گیا تو میں نے دو ہتھڑ اپنے منہ پر مارے۔ قریب تھا کہ میری آنکھیں ضائع ہو جائیں۔ اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھو کر دارالامارہ کی پچھلی طرف سے کناسہ کے مقام پر پہنچا جہاں لوگ سروں اور قیدیوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ پہنچا جو چالیس اُونٹوں پر مشتمل تھا۔ جن پر اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا (س) سوار تھی۔ ان میں کچھ بچے اور مستورات تھیں۔ امام زین العابدین (ع) بے پلان اُونٹ پر سوار تھے۔ رگہائے بدن سے خون جاری تھا اور آپ کی حالت بیماری اور ضعف کی وجہ انتہائی کرب ناک تھی۔

آلِ محمد (ص) کی خستہ تنی دیکھ کر اہل کوفہ صدقہ کی کھجوریں اور روٹیوں کے ٹکڑے بچوں کی طرف پھینکتے تھے۔ جناب امّ کلثوم یہ فرما کر: یا اہل کوفہ ان الصدقۃ علینا حرام کہ اے اہل کوفہ! صدقہ ہم پر حرام ہے کھجوریں وغیرہ بچوں کے ہاتھوں سے لے کر نیچے پھینک دیتی تھیں۔ لوگ خاندانِ نبوت کی یہ حالت زار دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ جناب امّ کلثوم (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا۔

اے اہل کوفہ خاموش ہو جاؤ! تمھارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ خداوند عالم روز قیامت تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مسلم کہتا ہے:

یہ بی بی گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک صدائے شور و شغب بلند ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ (دوسری طرف سے) شہدائے کربلا کے سر نیزوں پر سوار لائے جا رہے ہیں۔ ان میں آگے آگے جناب امام حسین کا سر اقدس تھا اور وہ سر بدرِ کامل کی طرح تابندہ اور درخشندہ تھا۔ اور تمام لوگوں سے زیادہ رسولخداؐ کے ساتھ مشابہ تھا۔ ریش مبارک خضاب کی وجہ سے بالکل سیاہ تھی۔ چہرہ انور ماہتاب کی مانند مدوّر اور روشن تھا اور ہوا ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی۔ جب جناب زینب عالیہ کی اپنے بھائی کے سر مبارک پر اس حالت میں نظر پڑی تو اس منظر سے بیتاب ہو کر فرط غم والم سے چوبِ پالان پر اس زور سے سر مارا کہ خون جاری ہو گیا۔

جب اس حال میں یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ کے درودیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ہاں! ہاں! وہی کوفہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں جناب زینب وامّ کلثوم شہزادیوں کی حیثیت سے رہ چکی تھیں اور آج قیدیوں کی حیثیت سے داخل ہو رہی تھیں۔ آہ!

اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلِ بیت (ع)

مخفی نہ رہے کہ صاحبِ طراز المذہب نے بڑے شد و مد کے ساتھ جناب زینب عالیہ کے سر پھوڑنے والے واقعہ کی نفی کی ہے اور اس امر کو بی بی کے صبر واستقلال کے منافی قرار دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے خیالی استبعاد کی بنا پر ان واقعات کا جو کہ کتب معتمدہ میں موجود ہیں، انکار نہیں کیا جا سکتا نیز اس فعل کو صبر واستقلال کے منافی قرار دینا بھی درست نہیں۔ ''بفحوائے ہر سخن جائے وہر نکتہ مقامے وارد۔ جہاں حسب ضرورت جناب زینب عالیہ نے اس قدر صبر و ضبط سے کام لیا ہے کہ خود امام زین العابدین کو تسلیاں اور دلاسے دیئے ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ گریبان چاک کر کے اپنے منہ پر طمانچے بھی مارے ہیں۔ لہٰذا حسین جیسے عظیم بھائی کا سر اچانک نوک سناں پر دیکھ کر فرط غم والم کی وجہ سے چوب پالان پر سر دے مارنا کون سی تعجب خیز بات ہے۔ واللہ العالم۔۔۔۔

بازارِ کوفہ میں ارشادِ امام سجاد (ع)

کوفہ کے زن و مرد جو ہزاروں کی تعداد میں یہ نظارہ دیکھنے کے لئے وہاں جمع تھے۔آلِ رسول کو اس تباہ حالت میں دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔امام زین العابدین نے نحیف و نزار آواز کے ساتھ فرمایا :

تنوحون وتبكون من جانمن ذاالذى قتلنا

اے کوفہ والو ! یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے۔؟

اسی اثنا میں ایک کوفیہ عورت نے بالائے بام جھانک کر دیکھااور دریافت کیا کہ تم کس قوم و قبیلہ کی قیدی ہو۔بی بیوں نے فرمایا: نحن اساری آلِ محمد (ص)۔ہم خاندانِ نبوت کے اسیر ہیں۔یہ سن کر وہ نیک بخت عورت نیچے اتری اور کچھ برقعے اور چادریں اکٹھی کر کے ان کی خدمت میں پیش کیں۔جن سے پردگیانِ عصمت نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا۔(ا)

(ا) مخفی نہ رہے کہ کلماتِ علمائے ابرار اور اخبار و آثار میں قدرے اختلاف ہے۔کہ کوفہ اور دربار ابن زیاد میں وارد ہونے کے وقت مخدرات عصمت و طہارت بے مقنعہ و چادر تھیں یا باپردہ تھیں۔؟ مشہور یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے کہ چادرِ تطہیر کی وارث بی بیاں امت کے سلوک کے نتیجہ میں بے مقنعہ و چادر تھیں۔ہاں البتہ بعض آثار سے یہ ضرور آشکار ہوتا ہے کہ بی بیاں مکشفات الوجوہ نہ تھیں۔چنانچہ فاضل دربندی نے اسی قول پر زور دیا ہے۔ہم نے اوپر جو روایت درج کی ہے اس سے دونوں اقوال کے درمیان جمع و توفیق ہو جاتی ہے کہ اس کوفیہ عورت کے برقعوں اور چادروں کے انتظام سے پہلے بی بیاں سر ننگے تھیں۔بعدازاں جب سر ڈھانپنے کا انتظام ہو گیا تو بناتِ رسولؐ نے پردہ کر لیا۔اگرچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظالموں نے وہ چادریں بھی چھین لیں تھیں۔(سیرتِ صدیقہ صغریٰ) مگر یہ دعویٰ بلادلیل ہونے کیوجہ سے ناقابلِ قبول ہے۔واللہ العالم بحقائق الامور۔

حضرتِ زینبِ عالیہ صلوات اللہ علیہا کا خطبہ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

»أَلْحَمْدُلِلهِ رَبِّ الْعالَمينَ، وَصَلَّى اللهُ عَلى رَسُولِهِ وَآلِهِ أجْمَعينَ، صَدَقَ اللهُ كَذلِكَ يَقُولُ: (ثُمَّ كانَ عاقِبَةَ الَّذِينَ أَساءُوا السُّوأى أَنْ كَذَّبُوا بِآياتِ اللهِ وَكانُوا بِها يَسْتَهْزِئُون).

أَظَنَنْتَ يا يَزيدُ حَيْثُ أَخَذْتَ عَلَيْنا أَقْطارَ الاَرْضِ وَآفاقَ السَّماءِ، فَأَصْبَحْنا نُساقُ كَما تُساقُ الأُساری أَنَّ بِنا عَلَى اللهِ هَواناً، وَبِکَ عَلَيْهِ كَرامَةً وَأَنَّ ذلِکَ لِعِظَمِ خَطَرِکَ عِنْدَهُ، فَشَمَخْتَ بِأَنْفِکَ، وَنَظَرْتَ فِي عِطْفِکَ جَذْلانَ مَسْرُوراً حِينَ رَأَيْتَ الدُّنْيا لَکَ مُسْتَوْثِقَةٌ وَالاُمُورَ مُتَّسِقَةٌ وَحِينَ صَفا لَکَ مُلْكُنا وَسُلْطانُنا، فَمَهْلاً مَهْلاً، أَنَسِيتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: (وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّما نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لاَِنْفُسِهِمْ إِنَّما نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدادُوا إِثْماً وَلَهُمْ عَذابٌ مُهِينٌ).

»أَمِنَ الْعَدْلِ يَابْنَ الطُّلَقاءِ! تَخْدِيرُکَ حَرائِرَکَ وَإِمائَکَ، وَسَوْقُکَ بَناتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم سَبايا، قَدْ هَتَكْتَ سُتُورَهُنَّ، وَأَبْدَيْتَ وُجُوهَهُنَّ، تَحْدُو بِهِنَّ الاَعداءُ مِنْ بَلَدٍ إِلى بَلَدٍ، يَسْتَشْرِفُهُنَّ أَهْلُ الْمَناهِلِ وَالْمَناقِلِ، وَيَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ، وَالدَّنِيُّ وَالشَّرِيفُ، لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجالِهِنَّ وَلِيٌّ، وَلا مِنْ حُماتِهِنَّ حَمِيٌّ، وَكَيْفَ يُرْتَجى مُراقَبَةُ مَنْ لَفَظَ فُوهُ أَكْبادَ الاَزْكِياءِ، وَنَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ دِماءِ الشُّهَداءِ، وَكَيْفَ يَسْتَبْطِأُ فِي بُغْضِنا أَهْلَ الْبَيْتِ مَنْ نَظَرَ إِلَيْنا بِالشَّنَفِ وَالشَّنَآنِ وَالاِحَنِ وَالاَضْغانِ، ثُمَّ تَقُولُ غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ وَلا مُسْتَعْظِمٍ:

لاَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحاً *** ثُمَّ قالُوا يا يَزيدُ لا تَشَلْ

مُنْتَحِياً عَلى ثَنايا أَبِي عَبْدِ اللهِ سَيِّدِ شَبابِ أَهْلِ الجَنَّةِ، تَنْكُتُها بِمِخْصَرَتِکَ، وَكَيْفَ لا تَقُولُ ذلِکَ وَقَدْ نَكَأْتَ الْقَرْحَةَ، وَاسْتَأْصَلْتَ الشَّأْفَةَ بِإِراقَتِکَ دِماءَ ذُرّيَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَنُجُومِ الاَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِ المُطَّلِبِ، وَتَهْتِفُ بِأَشْياخِکَ، زَعَمْتَ أَنَّکَ تُنادِيهِمْ، فَلَتَرِدَنَّ وَشِيكاً مَوْرِدَهُمْ وَلَتَوَدَّنَّ أَنَّکَ شَلَلْتَ وَبَكِمْتَ، وَلَمْ تَكُنْ قُلْتَ ما قُلْتَ وَفَعَلْتَ ما فَعَلْتَ

«أَللّهُمَّ خُذْ بِحَقِّنا، وَانْتَقِمْ مِنْ ظالِمِنا، وَأَحْلِلْ غَضَبَکَ بِمَنْ سَفَکَ دِماءَنا، وَقَتَلَ حُماتَنا، فَوَاللهِ ما فَرَيْتَ إِلاّ جِلْدَکَ، وَلا حَزَزْتَ إِلاّ لَحْمَکَ، وَلَتَرِدَنَّ عَلى رَسُولِ اللهِ بِما تَحَمَّلْتَ مِنْ سَفْکِ دِماءِ ذُرِّيَّتِهِ، وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ فِي عَتْرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ، حَيْثُ يَجْمَعُ اللهُ شَمْلَهُمْ، وَيَلُمُّ شَعْثَهُمْ، وَيَأْخُذُ بِحَقِّهِمْ (وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِی سَبِيلِ اللهِ أَمْواتاً بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ). وَحَسْبُکَ بِاللهِ حاكِماً، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَصِيماً، وَبِجَبْرَئِيلَ ظَهِيراً، وَسَيَعْلَمُ مَنْ سَوّى لَکَ وَمَكَّنَکَ مِنْ رِقابِ المُسْلِمِينَ، بِئْسَ لِلظّالِمِينَ بَدَلاً، وَأَيُّكُمْ شَرٌّ مَكاناً، وَأَضْعَفُ جُنْداً»

»وَلَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ الدَّواهِي مُخاطَبَتَکَ، إِنِّي لاَسْتَصْغِرُ قَدْرَکَ، وَأَسْتَعْظِمُ تَقْرِيعَکَ، وَأَسْتَكْثِرُ تَوْبِيخَکَ، لكِنَّ الْعُيُونَ عَبْرى، وَالصُّدُورَ حَرّى، أَلا فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ حِزْبِ اللهِ النُّجَباءِ بِحِزْبِ الشَّيْطانِ الطُّلَقاءِ، فَهذِهِ الأَيْدِي تَنْطِفُ مِنْ دِمائِنا، وَالأَفْواهُ تَتَحَلَّبُ مِنْ لُحُومِنا، وَتِلْکَ الجُثَثُ الطَّواهِرُ الزَّواكِي تَنْتابُها العَواسِلُ، وَتُعَفِّرُها أُمَّهاتُ الْفَراعِلِ.

وَلَئِنِ اتَّخَذْتَنا مَغْنَماً لَتَجِدَنا وَشِيكاً مَغْرَماً حِينَ لا تَجِدُ إِلاّ ما قَدَّمَتْ يَداکَ، وَما رَبُّکَ بِظَلاّمٍ لِلْعَبِيدِ، وَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكى، وَعَلَيْهِ الْمُعَوَّلُ، فَكِدْ كَيْدَکَ، وَاسْعَ سَعْيَکَ، وَناصِبْ جُهْدَکَ، فَوَاللهِ لا تَمْحُوذِكْرَنا، وَلا تُمِيتُ وَحْيَنا، وَلا تُدْرِکُ أَمَدَنا، وَلا تَرْحَضُ عَنْکَ عارَها، وَهَلْ رَأْيُکَ إِلاّ فَنَدٌ، وَأَيّامُکَ إِلاّ عَدَدٌ، وَجَمْعُکَ إِلاّ بَدَدٌ؟ يَوْمَ يُنادِي الْمُنادِي: أَلا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّالِمِينَ.

وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمِينَ، أَلَّذِي خَتَمَ لاِوَّلِنا بِالسَّعادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ، وَلاِخِرِنا بِالشَّهادَةِ وَالرَّحْمَةِ. وَنَسْأَلُ اللهَ أَنْ يُكْمِلَ لَهُمُ الثَّوابَ، وَيُوجِبَ لَهُمُ الْمَزِيدَ، وَيُحْسِنَ عَلَيْنَا الْخِلافَةَ، إِنَّهُ رَحِيمٌ وَدُودٌ، وَحَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ».

اس وقت عقیلہ بنی ہاشم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے گریہ وبکا اور شور وشغب کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ لیکن راویان اخبار کا بیان ہے کہ جونہی شیر خدا کی بیٹی نے لوگوں کو ارشاد کیا کہ انصتوا خاموش ہو جاؤ! تو کیفیت یہ تھی کہ ارتدت الانفاس وسکنت الاجراس آتے ہوئے سانس رک گئے اور جرس کارواں کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔ اس کے بعد خطیب منبر سلونی کی دختر نے خطبہ شروع کیا تو لوگوں کو حضرت علی (ع) کا لب ولہجہ اور ان کا عہد معدلت انگیز یاد آگیا۔ راوی (حذام اسدی یا بشیر بن خریم اسدی) کہتا ہے:

خدا کی قسم میں نے کبھی کسی خاتون کو دختر علی (ع) سے زیادہ پرزور تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا (بی بی کے لب ولہجہ اور اندازِ خطابت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ) گویا جناب امیر المومنین کی زبان سے بول رہی ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں محسوس ہوتا کہ حضرت امیر آپ کی زبان سے بول رہے ہیں۔

جب ہر طرف مکمل خاموشی چھا گئی تو امّ المصائب نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

سب تعریفیں خداوند ذوالجلال والاکرام کے لئے ہیں اور درود وسلام ہو میرے نانا محمدؐ پر اور ان کی طیب وطاہر اور نیک و پاک اولاد پر۔ امابعد ! اے اہلِ کوفہ ! اے اہل فریب ومکر ! کیااب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمھارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمھاری آہ وفغان کبھی بند نہ ہو ! تمھاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے بڑی محنت و جانفشانی سے محکم ڈوری بانٹی اور پھر خود ہی اسے کھول دیااور اپنی محنت پر پانی پھیر دیا تم (منافقانہ طور پر) ایسی جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ جن میں کوئی صداقت نہیں۔ تم جتنے بھی ہو، سب کے سب بیہودہ گو، ڈینگ مارنے والے، پیکرِ فسق وفجور اور فسادی، کینہ پرور اور لونڈیوں کی طرح جھوٹے چاپلوس اور دشمنی کی غماز ہو۔ تمھاری یہ کیفیت ہے کہ جیسے کثافت کی جگہ سبزی یااس چاندی جیسی ہے جو دفن شدہ عورت (کی قبر) پر رکھی جائے۔

آگاہ رہو ! تم نے بہت ہی برے اعمال کاارتکاب کیاہے۔ جس کی وجہ سے خداوند عالم تم پر غضب ناک ہے۔ اس لئے تم اس کے ابدی عذاب وعتاب میں گرفتار ہوگئے۔ اب کیوں گریہ وبکا کرتے ہو؟ ہاں بخداالبتہ تم اس کے سزاوار ہو کہ روؤزیادہ اور ہنسو کم۔ تم امام علیہ السلام کے قتل کی عار وشنار میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے اور بھلا تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے سلیل (فرزند) اور جوانان جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارۂ حجت اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہو۔ لعنت ہو تم پر اور ہلاکت ہے تمہارے لئے۔ تم نے بہت ہی برے کام کا ارتکاب کیاہے اور آخرت کے لئے بہت براذخیرہ جمع کیاہے۔ تمھاری کوشش رائیگاں ہوگئی اور تم برباد ہوگئے۔ تمہاری تجارت خسارے میں رہی اور تم خدا کے غضب کا شکار ہو گئے۔ تم ذلت ورسوائی میں مبتلا ہوئے۔ افسوس ہے اے اہل کوفہ تم پر، کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کردیا؟ اور ان کا کون ساخون بہایا؟ اور ان کی کون سی ہتک حرمت کی؟ اور ان کی کن مستورات کو بے پردہ کیا؟ تم نے ایسے اعمال شنیعہ کاارتکاب کیاہے کہ آسمان گرپڑیں ، زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ تم نے قتلِ امام کاجرم شنیع کیاہے جو پہنائی ووسعت میں آسمان وزمین کے برابر ہے۔ اگراس قدر بڑے پر آسمان سے خون برساہے تو تم تعجب کیوں کرتے ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رسواکن ہوگا۔ اور اس وقت تمہاری کوئی امداد نہ کی جائے گی۔ تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے خوش نہ ہو۔ کیونکہ خداوندِ عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ نہیں ہے۔ ''یقیناً تمہاراخدااپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے''۔

اہلیانِ کوفہ کی حالت

قارئین ! پھر بی بِی عالم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حیران و سر گرداں ہیں اور تعجب سے انگلیاں مونہوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو میرے پہلو میں کھڑا رو رہا تھا۔اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور وہ اس حال میں کہ رہا تھا

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ! آپ کے بزرگ سب بزرگوں سے بہتر،آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل،آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف،آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل عظیم ہے۔

جناب امّ کلثوم کا خطبہ مخدومئ کونین صلوات اللہ علیہا کے بعد جناب امّ کلثوم بنت حیدرِ کرار نے بآواز بلند آہ و بکا کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا :

تمام حمد و ثنا خداوند قادر و مطلق کے لئے ہے اور درود و سلام ان ہستیوں پر جو لائقِ درود و سلام ہیں۔

اما بعد ! اے اہل کوفہ ،برائی ہو تمہارے لئے، تم نے کیوں حسین کی نصرت نہ کی۔؟ان کو شہید کر دیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹا اور اسے اپنا ورثہ بنالیا اور ان کے اہل و عیال کو قید کیا۔ تمہارے لئے ہلاکت اور رحمت ایزدی سے دوری ہو۔ وائے ہو تمہارے حال پر۔ کیا کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کن مصائب میں مبتلا ہوئے اور کیا بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھایا اور کن کے خون تم نے بہائے۔ کن اہلِ حرم کو تکلیفیں پہنچائیں۔ کن لڑکیوں کو لوٹا اور کن اموال پر ناجائز قبضہ کیا۔ تم نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا جو رسولخدا (ص) کے بعد تمام لوگوں سے افضل تھا۔ رحم تمہارے دلوں سے اٹھالیا گیا۔یقینا خدا کا گروہ ہی کامیاب و کامران ہوتا ہے اور شیطانی گروہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔

پھر حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

وائے ہو تم پر ! تم نے بلا قصور میرے بھائی کو شہید کیا۔اس کی سزا تمہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں دی جائے گی۔ تم نے ایسے خون بہائے جن کے بہانے کو خدا، رسول اور قرآن نے حرام قرار دیا تھا۔ تمہیں آتش جہنم کی بشارت ہو کہ جس میں تم ابدالآباد تک معذب رہو گے۔ میں اپنے اس بھائی پر جو بعد از رسولخدا (ص) سب لوگوں سے افضل تھا زندگی بھر روتی رہوں گی اور کبھی نہ خشک ہونے والا سیلِ اشک بہاتی رہوں گی۔

خطبہ کا اثر

جناب امّ کلثوم کے خطبہ کا اس قدر اثر ہوا کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ عورتیں اپنے بال بکھیر کر ان میں مٹی ڈالنے لگیں اور چہروں پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ اسی طرح مرد شدت غم سے نڈھال ہو کر اپنی داڑھیاں نوچنے لگے۔ اس روز سے زیادہ رونے والے مرد اور عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔

امام زین العابدین کا خطبہ

لوگ ابھی گریہ و بکا کر رہے تھے کہ امام زین العابدین (ع) نے انہیں خاموش ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو امام سجاد علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر اسلام (ص) پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا :

اے لوگو! جو شخص مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو شخص نہیں پہچانتا میں اسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں میں علی ابن الحسین ہوں۔ وہ حسین جو بلا جرم و قصور نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک عزت کی گئی، جس کا مال و منال لوٹا گیا اور جس کے اہل و عیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا پسر ہوں جسے ظلم و جور سے درماندہ کر کے شہید کیا گیا اور یہ بات ہمارے فخر کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے میرے پدرِ عالی قدر کو دعوتی خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور ان کی نصرت و امداد کے عہد و پیمان نہیں کئے تھے؟ اور جب وہ تمہاری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لائے تو تم نے مکر و فریب کا مظاہرہ کیا اور ان کی نصرت و یاری سے دست بر داری اختیار کر لی۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ قتال کر کے ان کو قتل کر دیا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے اپنے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا اور برائی ہو تمہاری رائے اور تدبیر کے لئے! بھلا تم کن آنکھوں سے جناب رسول اکرمؐ کی طرف دیکھو گے، جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت اہل بیت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی اس لئے تم میری امت سے نہیں ہو۔

راویان اخبار کا بیان ہے کہ جب امام کا کلامِ غم التیام یہاں تک پہنچا تو ہر طرف سے لوگوں کے رونے اور چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہر ایک نے دوسرے کو کہنا شروع کیا: ھلکتم وما تعلمون یعنی تم بے علمی میں ہلاک و برباد ہو گئے ہو۔ امام سجاد نے پھر سے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا :

خدا اس بندے پر رحم کرے جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت کو خدا اور رسول (ص) اور اہل بیت رسول (ص) کے بارے میں یاد رکھے کیونکہ تمہارے لئے رسول خداؐ کی زندگی میں اعلیٰ ترین نمونہ موجود ہے۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

یابن رسول اللہؐ سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے ضرور اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔

امام سجاد نے ان کا یہ کلامِ فریب انضمام سن کر فرمایا:

ہیہات اے گروہِ مکاراں و عیاراں! اب تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ اب تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے اب وجد کے ساتھ کر چکے ہو؟ حاشا و کلا۔ ایسا اب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا! ابھی تک تو سابقہ زخم بھی مندمل نہیں ہوئے۔ کل تو میرے پدر عالی قدر کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید کیا گیا، ابھی تک تو مجھے اپنے اب وجد اور بھائیوں کی شہادت کا صدمہ فراموش نہیں ہوا۔ بلکہ ان مصائب کے غم والم کی تلخی میرے حلق میں ابھی موجود ہے اور غم و غصہ کے گھونٹ ابھی تک میرے سینہ کی ہڈیوں میں گردش کر رہے ہیں۔ ہاں تم سے صرف اس قدر خواہش ہے کہ نہ ہمیں فائدہ پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان۔

دربارِ ابن زیاد میں پیشی

ان خطبات کے بعد اسیران اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ دربارِ ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر ابن زیاد نے تمام لوگوں کو حاضری کا اذن عام دے رکھا تھا۔ اس لئے دربار، درباریوں اور تماش بینوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب سے پہلے شہداء کے سر دربار میں پہنچائے گئے اور اس کے بعد اسیران کرب و بلا کو دربار میں پیش کیا گیا۔

دربار میں ان اسیران خانوادہ نبوت و رسالت کے ساتھ جو اندوہناک سلوک روا رکھا گیا، تواریخ و مقاتل کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ یہاں طوالت اور موضوع کے پیش نظر ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ لہٰذا قارئین سے معذرت کے ساتھ ہم آگے کا سفر جاری رکھتے ہیں۔

اسارائے اہل بیت کی دمشق میں آمد

صبر واستقلال اور عزم وہمت کی تاریخ رقم کرنے کے ساتھ ساتھ لشکر یزیدی کے بے حد وانتہا ظلم وجور کو آزمائش خداوندی تسلیم کرتے ہوئے یہ کاروان حسینی، جو کہ اب کرب و بلا کی شیر دل خاتون کی قیادت میں آکر کاروان زینبی کی شکل اختیار کر چکا تھا ، شہر شام میں داخل ہوا۔ کرب و بلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک اس قافلہ پر کیا کیا مصائب و آلام ڈھائے گئے ؟ اس کارواں کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ ظلم و بربریت کے پہاڑ کس قدر توڑے گئے ؟ تشدد و حیوانیت کی کیا کیا مثالیں قائم کی گئیں ؟ اور اس بے یار و مددگار اور مظلوم و مقہور قافلہ کے افراد نے کس کمال پامردی اور حوصلہ کے ساتھ ان کا سامنا کیا؟ یہ تمام واقعات و حالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک کے راستہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے مزارات شہداء ، جن کی وجہ سے وہاں شہر آباد ہو چکے ہیں، ان سوالات کے واضح جواب لئے ہوئے ہیں اور ارباب سیر و مقاتل نے نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

مختصراً شام کے لوگوں نے اسلامی دستور اور تعلیمات کو خالد بن ولید، معاویہ، زیاد اور ان جیسے افراد کی رفتار و کردار کے آئینے میں دیکھا تھا۔ انہیں سیرت پیغمبرؐ اور مہاجرین وانصار کے طرز عمل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ۶۱ ہجری میں شام میں چند افراد تھے جن کی عمریں

ساٹھ سال سے اوپر تھیں۔ان کی ترجیح یہی تھی کہ وہ ایک کونے میں بیٹھ جائیں اور جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے آنکھیں بند کر لیں۔شام کے لوگ یہ بات سننے پر آمادہ نہ تھے کہ حضرت محمدؐ کے رشتہ دار اور قریبی بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہیں۔

اکثر مقتل کی کتب میں یہ لکھاہے کہ اسیروں کے شہر دمشق میں داخل ہونے کے موقع پر لوگوں نے شہر کو سجایا ہوا تھا۔یزید نے اپنے دربار میں یہ اشعار پڑھے :

کاش !آج میرے جنگ بدر میں مارے جانے والے بزرگ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس طرح محمد (ص) کی آل سے ان کا انتقام لیا ہے۔

کیونکہ اس دن یزید کی مجلس میں اس کے ارد گرد ایسے افراد بیٹھے تھے کہ جنہوں نے اسلام اور پیغمبر (ص) کو اقتدار و حکومت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا نہ کہ قربتِ خدا کا ذریعہ۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں محفلیں ایک طرح کی ہیں اور باتیں بھی ایک جیسی ہیں۔کوفے میں ابن زیاد بھی خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور عراقیوں کے ہاتھوں سے ان کی قوت چھین لی ہے۔شام میں یزید افتخار کر رہا ہے کہ جنگ بدر میں اس کے مقتول بزرگوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔اگر یہ معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا ہو تو کامیاب تھا، لیکن جناب زینب نے اسے اس کی کامیابی کا پھل کھانے نہ دیا۔وہ جسے اپنے لئے شیریں سمجھ رہا تھا جنابِ زینب عالیہ نے اس کا مزہ حد سے زیادہ کڑوا کر دیا اور اس کے لئے تلخ بنا دیا۔جناب زینب نے پابرہنہ اور بے مقنعہ و چادر اپنی مختصر گفتگو میں اہل مجلس کو سمجھا دیا کہ ان پر حکومت کرنے والا کون ہے اور کس کے نام پر حکومت کر رہا ہے۔اور رسیوں میں جکڑے اس کے سامنے کھڑے قیدی کون ہیں۔

جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے۔

بنتِ زہرا تے رے پردے کا خیال آتا ہے

(ا) بحار جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰، ناسخ جلد ۹ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، نفس المہموم صفحہ ۲۱۳۔